ٹیلیفون نمبر ۲۹۲
تار کا پتہ: انجمن، علی گڑھ

انجمن ترقی اردو حیدرآباد دکن
A/10 169, Himayatnagar, HYDERABAD. Dn.

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند)، علی گڑھ کا پندرہ روزہ اخبار

فی پرچہ دو آنے — سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۱۴	۱۵ اپریل ۱۹۵۵ء	ایڈیٹر: قاضی عبد الغفار	۲۱ شعبان ۱۳۷۴ھ	نمبر ۸

قومی زبان کی تشکیل میں اردو کا حصہ

جمہوریہ ہند میں اردو زبان کی دو حیثیتیں ہیں۔

اردو ہندوستان کے کئی کروڑ انسانوں کی مادری اور تہذیبی زبان ہے۔ اور ہندوستانی زبان کے تمام تر علاقے میں ثانوی زبان کی حیثیت سے رائج ہے۔

لیکن اس کی ایک دوسری قومی حیثیت بھی ہے جس کی طرف عام طور سے نظر نہیں جاتی۔ اس کی یہ دوسری حیثیت اسی وقت نمایاں ہوتی ہے جب ہم اردو کو ہندی کا ایک اسلوب تسلیم نہ کریں بلکہ اردو، ہندی دونوں کو بنیادی ہندوستانی کے دو اسلوب قرار دیں۔

ہندوستانی کا ہندی اسلوب تاریخی اعتبار سے بہت بعد کا ارتقائی مظہر ہے۔ اس کے پس پشت سنسکرت کا احیاء ہے جو کسی حد تک مناسب اور کافی حد تک غیر مناسب ہے۔ اس میں شک نہیں کہ سنسکرت ہندوستان کی آریائی زبانوں کی جنم گاہ ہے اور ہندوستان کی آریائی زبانوں کو بہت کچھ اس کا سہارا لینا چاہئے لیکن جب سنسکرت پرستی کا نتیجہ یہ نکلے کہ خود ہندی زبان مسخ ہونے لگے تو یہ تحریک نہ صرف ہندوستانی علاقے کے غیر ہندی باشندوں کے لئے خطرناک بن جاتی ہے بلکہ خود ہندی بولنے والوں کے لئے عبرت کا سامان ہو جاتی ہے۔

ہندوستانی ہی کے علاقے میں اردو زبان بھی رائج ہے جہاں تک اس کے ہندی جزو کا تعلق ہے، یہ عوام کی ٹکسالی زبان کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے اور شاید اسی لئے بول چال کی زبان میں، مقامی بولیوں سے قطع نظر، ہندی کے مقابلے میں اس کا سکہ اب تک رائج ہے۔ البتہ علمی اور ادبی زبان کی حیثیت سے اس کا ارتقا بھی کافی حد تک یک طرفہ رہا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ فارسی، عربی الفاظ کے روڑوں کا احساس اہل زبان کو ہمیشہ رہا، ہر چند یہ روڑے اس میں بے تکلف آتے بھی رہے۔ ہماری یک رخی اصطلاحات سازی نے اس احساس گرانباری کو اور زیادہ بڑھا دیا ہے۔

قومی زبان کے نقطۂ نظر سے اردو زبان کا ہندی جزو اور عام فہم عربی فارسی الفاظ اس کا سب سے زیادہ جاندار حصہ ہے، اور قومی زبان کی تشکیل میں اسے کبھی بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ہندی کے موجودہ اسلوب کے ذمہ دار بہت کچھ بہار، بنارس اور الہ آباد کے وہ علمی حلقے ہیں جنھیں بنیادی ہندوستانی کے محاورے پر پوری پوری قدرت نہیں۔ جوں جوں ہندی کا مرکز ثقل دہلی کی طرف آتا جائے گا، قومی زبان کی تشکیل کرنے والوں کے سامنے یہ بات واضح ہوتی جائے گی کہ وہ عام بول چال کی زبان سے متاثر ہے اور وہ عربی فارسی کے الفاظ سے۔ قومی زبان کا ڈھانچہ ایک بار پھر دلی کی گلیوں میں تیار ہوگا، دکانوں، بسوں میں ٹکسال کا شرف عام طور پر (صنعت ہی کو حاصل ہے) اور دلی کی گلیاں ہندوستانی کے اردو اسلوب سے آج بھی گونج رہی ہیں۔

یہ تو ہمیں پہلے ہی معلوم تھا!

لکھنؤ ۱۵ اپریل۔ وزیر اعلیٰ مسٹر سمپورنا نند نے آج ایک بیان دیتے ہوئے ان غلط فہمیوں کو دور کر دیا جو ہندی کے ماننے والوں کے دلوں میں اردو کے بارے میں سرکاری اعلان سے پیدا ہوگئی تھیں

وزیر اعلیٰ نے جو یو پی اسمبلی میں عام نظم و نسق کے بجٹ پر ہونے والے مباحثے کا جواب دے رہے تھے کہا "جہاں تک ہندی کے صوبے کی سرکاری زبان قرار دینے کا تعلق ہے۔ اس سلسلے میں یو پی سرکار کی پالیسی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ ہندی کی ترقی کے لئے سرکار ہر طرح کی کوشش کر رہی ہے۔ وزیر مالیات نے اپنی بجٹ تقریر میں بھی کوئی نئی بات نہیں کہی ہے۔"

سمپورنا نند جی نے مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا "بجٹ تقریر میں جو کچھ کہا گیا ہے اس سے نہ تو ہندی کی جگہ کسی دوسری زبان کو سرکاری زبان بنانے کا اعلان کیا گیا ہے اور نہ کسی دوسری زبان کو علاقائی زبان تسلیم کیا گیا ہے صرف اتنا کہا گیا ہے کہ اگر کوئی چاہے تو اردو میں بھی درخواست دے سکتا ہے۔ جب کہ سرکار کا سارا کام ہندی دیوناگری رسم خط میں ہی ہوگا۔"

وزیر اعلیٰ نے بتایا کہ "یہ سہولت اس غرض سے دی گئی ہے کہ یو پی کے بعض حصوں میں مسلمان اور کچھ ہندو بھی صرف اردو زبان جانتے ہیں اور ہمارے صوبے میں جو پناہ گزین آئے ہیں وہ بھی اردو جانتے ہیں۔ تو یہ انصاف کا تقاضا تھا کہ ایسے لوگوں کو انصاف حاصل کرنے کے لئے اردو میں درخواست دینے کی اجازت دی جائے اور یہ کہ ان کو یہ کہا جائے جب تک تم ہندی پڑھ کر درخواست نہ دو اس وقت تک تم کو انصاف نہیں مل سکتا۔"

"دوسری بات" وزیر اعلیٰ نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "بجٹ تقریر میں وہ کہی گئی ہے جو ۱۹۵۳ء سے یو پی سرکار مانتی چلی آرہی ہے اور اب مرکزی سرکار کے تعلیمی بورڈ نے بھی اس بنیاد کو مان لیا ہے۔ یعنی یہ کہ اگر کچھ بچے یا ان کے سرپرست یہ کہیں کہ ان کی مادری زبان اردو ہے تو ایسے اسکولوں میں جہاں اردو مادری زبان بتلانے والے لڑکوں کی تعداد کم از کم چالیس ہو۔ ابتدائی تعلیم یعنی درجہ پانچ تک پڑھائی اردو زبان میں ہو۔ پانچویں درجے کے بعد ساری تعلیم ہندی ہی میں ہوگی۔"

وزیر اعلیٰ نے کانگریسی ممبروں کی اس نکتہ چینی کو تسلیم کیا کہ باوجود سرکاری زبان بن جانے کے اب تک صوبے میں ہندی کی ترقی اتنی نہیں ہوئی ہے جتنی ہونا چاہئے تھی۔ اس کی توجیہ پیش کرتے ہوئے انھوں نے بتایا کہ سرکاری دفتروں کو بعض اوقات ہندی میں کام کرنے کی راہ میں یہ دشواری پیش آجاتی ہے کہ ہندی کے مستند اصطلاحی الفاظ نہیں ملتے۔ انھوں نے کہا "ہم نے کچھ اصطلاحیں تیار کی ہیں۔ اور مرکزی سرکار نے بھی اصطلاحوں کی تیاری میں بہت کچھ کام کیا ہے تو جب تک مستند اصطلاحیں ایک دفعہ طے نہ ہو جائیں اپنی اصطلاحوں کو چلانا۔ پھر ان کو مسترد کر دینا بہت دشوار مرحلہ ہوگا۔

عام نظم و نسق کے بجٹ پر مباحثے کے دوران میں بعض کانگریسی نیز ایک آزاد ممبر نے تشویش ظاہر کی تھی کہ بجٹ تقریر میں اردو کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے اس سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ سرکار کی پالیسی ہندی کے بارے میں کچھ بدل رہی ہے۔

چھوٹے صاحب تو چھوٹے صاحب بڑے صاحب سبحان اللہ! حافظ ابراہیم صاحب نے اپنی تقریر میں جو کسر انکساری کی تھی اس کو شری سمپورنا نند جی نے پورا کر دیا اور حامیان ہندی کے قلب مضطرب کو یہ کہہ کر تسکین بخش دی کہ نہ تو کسی زبان کے سرکاری زبان بنانے کا اعلان کیا گیا اور نہ کسی زبان کو علاقائی زبان تسلیم کیا گیا۔" وہ یہ بھی فرما دیتے کہ "نہ کسی زبان کو علاقائی زبان تسلیم کرنے کا ارادہ ہے۔"

بہرحال معاملہ صاف ہے اور اردو والوں کے مطالبہ کی بنیاد کو جو اندر ہی اندر کاٹا جا رہا تھا اب وہ بات ان لوگوں پر بھی عیاں ہو گئی جو سرکار کی "ادنیٰ" عنایات کو بھی اپنی بڑی جیت سمجھ رہے تھے! اس وقت اردو کے معاملے میں اتر پردیش سرکار کے اس التفات سے مایوس ہو جانا ہی دانشمندی ہے! پھر بھی ہمیں اندیشہ ہے کہ ایسے لوگ ہوں گے جو صرف اسی بات پر خوش ہو رہے ہوں گے کہ اتر پردیش کے بڑے منتری نے آخر یہ بات تو مان ہی لی کہ:

"یو پی کے بعض حصوں میں مسلمان اور کچھ
ہندو بھی صرف اردو زبان جانتے ہیں۔"

گویا اردو زبان کا وجود تو تسلیم ہوا! یہ باتیں خوش ہونے کی باتیں نہیں۔

اب تو حقیقت واضح ہو جانی چاہئے کہ انجمن کی عرضداشت کا جواب نہ ملنے میں جو رکاوٹ ہے وہ کیا ہے اور کہاں سے ہے!!

ایک صاحب پوچھتے ہیں کہ:

"اردو زبان میں اخبار چھاپ کر لاکھوں روپیہ کمانا۔ کوٹھیاں بنوانا، اردو میں فرقہ پرستی کا پرچار کرنا اور اردو ہی کے ذریعے مذہب اور دھرم سے واقف ہونا اور پھر اردو ہی کے خلاف زہر افشانی کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔"

"کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا!"

ہلکے ہلکے اشارے

—— اترپردیش بھارت کی آزادی کے بعد سارے ہندوستان میں اپنی آپ ہی مثال بن گیا ہے۔ اردو کے باب میں ٹنڈن جی جو کچھ فرماتے رہتے تھے وہ تو خیر روزمرہ ہے۔ لیکن کبھی کبھی ہمارے وزرا جب کچھ بولتے ہیں تو خوب بولتے ہیں —— ایک صاحب نے تو اسمبلی کے اندر کھڑے ہو کر فرما دیا تھا کہ اس صوبہ میں اردو کے نام کی تو کوئی زبان ہی نہیں!

—— لیکن اب کچھ موسم بدلا۔ صدر جمہوریہ کے سامنے بیس لاکھ دستخطوں کے پیش ہونے کے بعد ذرا فکر ہوئی کہ اس حربے کا کوئی توڑ ہونا چاہیے۔ مدبرین نے طے کیا کہ بس جو فردی اور ضمنی مطالبات ہیں ان کو کم از کم کا غذ پر تسلیم کر لیا جائے اور کہدیا جائے کہ ہم تو سب کچھ کر رہے ہیں، مانگیں پوری کی جا رہی ہیں، شکایتیں رفع کی جا رہی ہیں۔

—— یہ دیکھئے تا ہماری کشتیاں اور ہمارے احکام۔ اب جو آپ یہ چاہتے ہیں کہ خواہ مخواہ علاقائی زبان کے مطالبہ کا فتنہ کھڑا کریں تو یہ بات تو نہیں ہونے کی!

—— اُدھر سے سند پیش ہو گئی کہ ۶ کروڑ کی آبادی میں اردو والوں ۔۔۔۔ کی تعداد صرف ۴۴ لاکھ ہے!! اب تو اردو والوں کو لاجواب ہو جانا چاہئے —— مگر وہ کم بخت ہار نہیں مانتے!

—— حافظ ابراہیم صاحب بولے۔ انھوں نے فرمایا کہ اردو کے ساتھ وہی برتاؤ جو دوسری غیر سرکاری زبانوں کے ساتھ ہوتا ہے یعنی اردو صرف ایک غیر سرکاری زبان ہے اور بس!! —— اس پر بھی ہندی کے پریمیوں کو دکھ ہوا کہ آخر زبان کے معاملے کا ذکر ہی کیوں کیا گیا۔ لہٰذا چیف منسٹر صاحب کھڑے ہوئے۔ ارشاد ہوا کہ اردو کے متعلق وزیر مالیات نے جو کچھ کہا ہے وہ تو ایک سرسری بات ہے۔ ان کی تقریر میں "نہ تو ہندی کی جگہ کسی دوسری زبان کو سرکاری زبان بنانے کا اعلان کیا گیا ہے اور نہ کسی زبان کو علاقائی تسلیم کیا گیا ہے۔" پھر دوستوں کو اس قدر تشویش کیوں!

—— معاصر الجمعیۃ لکھتا ہے کہ:۔

وزیر اعلیٰ اترپردیش نے حکومت کی طرف سے صفائی پیش کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ —— "اردو درخواستوں کی سہولت اس لئے دی گئی ہے کہ یوپی کے بعض حصوں میں مسلمان اور کچھ ہندو بھی صرف اردو زبان جانتے ہیں۔ اس لئے انصاف کا تقاضا تھا کہ ایسے لوگوں کو اردو میں درخواست دینے کی اجازت دی جائے۔"

ماننا پڑے گا کہ وزیر اعلیٰ بہت بڑے سیاست داں ہیں۔ انھوں نے پوری فراخ دلی (!) سے تسلیم کیا ہے کہ —— "یوپی کے بعض حصوں میں مسلمان اردو جانتے ہیں۔" ذرا بعض حصوں کے زور کو دیکھئے اور پھر —— "کچھ ہندو بھی" اردو زبان جانتے ہیں۔ یہی سچائی کا ریکارڈ آج مات ہوا ہے۔ دنیا میں اگر کوئی سچی بات بولی گئی ہے تو وہ یہی ہے کہ اترپردیش اردو زبان سے بالکل کورا ہے۔ اور یہ حکومت کی مہربانی ہے کہ وہ چند اردو داں لوگوں کی وجہ سے اردو کی درخواستوں کو قبول کرنے کی اجازت دے رہی ہے۔ نہ ہوئے آج گاندھی! ہم ان کا ہاتھ پکڑ کر پوچھتے کہ کیا ایسے ہی ستیہ اور اہنسا سے ہندوستان کا نام روشن ہوگا۔

شمالی ہندوستان اور اردو

پچھلے ہفتہ حامیان اردو کا ایک جلسہ محترمہ حمیدہ بیگم صاحبہ جو مرزا غالب کے خاندان میں سے ہیں، کے مکان پر مولانا حفظ الرحمٰن صاحب ممبر پارلیمنٹ کی صدارت میں ہوا جس میں اردو زبان کو یوپی، دہلی، پنجاب اور بہار پردیش میں سے جلا وطن کرنے کے خلاف عزم دفعہ کا اعلان کیا گیا اور گورنمنٹ سے مطالبہ کیا گیا کہ اردو کو ان صوبہ جات میں ایک علاقائی زبان قرار دیا جائے تاکہ یہ قابل قدر زبان شمالی ہندوستان میں زندہ رہ سکے۔

آئین کے مطابق ہندوستان کی ہر زبان کو زندہ رہنے دینے کا یقین دلایا گیا ہے اور ان زبانوں میں اردو کی اہم پوزیشن کو بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ مگر یہ واقعہ بیحد دلچسپ اور دردناک ہے کہ باوجود اردو کو ہندوستان کی ایک اہم زبان تسلیم کرنے کے چاروں طرف سے اس کو مٹانے کی کوشش جاری ہے جس کی وجہ صرف یہ ہے کہ چونکہ اردو فارسی رسم الخط میں ہے اسے مسلمانوں کی زبان قرار دے لیا گیا اور ہندوستان کی تقسیم کے بعد جس طرح مسلمان بے دست و پا اور مظلوم حالات میں ہیں اور مسلمانوں کی اس بے بسی اور ظلم کا باعث یہاں کی گورنمنٹ نہیں بلکہ یہاں کے وہ لوگ ہیں جو چاہے اپنے جسم پر کھدر پہنے کانگریسی ہیں مگر ان کے دلوں کے اندر جن سنگھی اور ہندو مہا سبھائی خون دوڑ رہا ہے بالکل اسی طرح اردو کو بھی زندہ حالت میں ہی قبر کے اندر دفنانے کی کوشش جاری ہے اور آپ کسی کانگریسی کو بھی ٹٹولئے، یہ ہندی کے نام پر اردو کو ختم کرنا چاہے گا۔

ہندی ہندوستان کی قومی زبان ہے اور خدا گواہ ہے کہ اردو زبان کا ایک خیر خواہ بھی ایسا نہ ہوگا جو ہندی کے خلاف ہو اور ہندی کی مخالفت کو وطن کے ساتھ غداری قرار نہ دیتا ہو۔ چنانچہ ہندی کی محبوبیت کا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اردو کے بڑے سے بڑے شاعر اور ہندوستان کے بڑے سے بڑے مسلمان لیڈر اپنے بچوں کو ہندی پڑھا رہے ہیں اور وہ ہندی کو تمام ملک

کی قومی زبان سمجھتے ہوئے اس کے عروج کے لئے دعا گو ہیں۔ مگر کیا یہ ظلم بے انصافی اور علم کشی نہیں کہ یوپی کی آدھی سے زیادہ آبادی صرف اردو جانتی ہے دہلی اردو کا مرکز اور وطن ہے۔ پنجاب کا ہر شخص اردو پڑھتا ہے اور اس صوبہ کے اخبارات کا زیادہ حصہ اردو زبان میں شائع ہوتا ہے اور پٹیالہ یونین کی سرکاری و عدالتی زبان آج سے سات برس پہلے اردو تھی۔ مگر ان تمام صوبہ جات میں سے اردو کو قطعی ختم کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ یہ واقعہ تو بہت ہی تعجب انگیز ہے کہ یوپی اور دہلی کے ممبران اسمبلی وزراء اور صدر میونسپل کمیٹی اپنی تقریروں میں تو اردو کے حق میں آواز پیدا کرتے ہیں۔ مگر جب یہ احکام جاری کرتے ہیں تو یہ احکام اردو زبان کی موت کے وارنٹ ہوتے ہیں۔

اردو کو زندہ رکھنے کے لئے حامیان اردو نے یوپی کے لاکھوں اردو داں اصحاب سے اردو کے حق میں دستخط کرائے اور ان دستخطوں کو صدر ہندوستان کے پاس بھیجا۔ مگر قطعی لاحاصل کیونکہ موجودہ زمانے کی گورنمنٹیں دستخطوں، اور درخواستوں اور التجاؤں سے متاثر نہیں ہو سکتیں۔ ان کو متاثر کرنے کے لئے تو رموے پیدا ہونے چاہئیں جنہوں نے آندھرا جیسے نئے صوبے قائم کر دئے۔ چنانچہ ہماری رائے ہے کہ اردو زبان کے با اثر حامیوں کا ایک ڈیپوٹیشن پنڈت نہرو کے پاس جائے اور پنڈت جی سے صاف الفاظ میں کہا جائے کہ شمالی ہند کے صوبہ جات میں اردو کے ساتھ جو ظلم ہو رہا ہے اسے بند کیا جائے۔ اور یوپی، دہلی، پنجاب اور پٹیالہ یونین میں اردو کو دوسری علاقائی زبانوں کے ساتھ ایک علاقائی زبان تسلیم کیا جائے اور اگر پنڈت نہرو اس معقول درخواست پر توجہ دینے کے لئے تیار نہ ہوں تو پھر مہاتما گاندھی کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرتے ہوئے ستیہ گرہ کیا جائے اور پر امن قربانی کا ثبوت دیتے ہوئے حکومت کو متاثر و مجبور کیا جائے۔ ہم چاہتے ہیں کہ پنڈت نہرو اردو کے رموؤں کے پیدا ہونے سے پہلے حامیان اردو کی درخواست پر توجہ دیں اور اگر حکومت کے کان اس جائز و معقول آواز کو سننے کے لئے تیار نہ ہوں تو پھر حامیان اردو عملی کوشش کے لئے میدان میں نکل آئیں اور آئینی ایجی ٹیشن کے ذریعہ حکومت کو مجبور کیا جائے چاہے اس راہ میں ہمیں اردو کے رموے بھی کیوں نہ پیدا کرنے پڑیں۔ (ریاست، دہلی۔)

آندھرا میں اردو کا مستقبل

ہر زبان کے پنپنے، پھیلنے، پھولنے اور پروان چڑھنے میں عوام کی سرپرستی اور موثر جد و جہد کی شدید ضرورت ہوتی ہے۔ جب تک عوام زبان کی ترقی و ترویج کے لئے کمر ہمت نہ باندھیں ہر قسم کی کوشش ناکام ثابت ہوتی ہے اردو زبان کی تاریخ شاہد ہے کہ اس کے پروان چڑھانے میں عوام نے کمالی ایثار و قربانی سے کام لیا ہے۔ قلو معلی تک اس کی رسائی ضرور ہوئی اور فورٹ ولیم کالج نے بھی اس کی پشت پناہی کی۔ لیکن اس کے مقبول عام بنانے میں عوام زیادہ پیش پیش رہے ہیں۔ لکھنؤ اور دہلی کے ماحول میں پرورش پا کر ہمالہ کی فلک بوس چوٹیوں سے راس کماری تک اور اٹک سے کٹک تک اس کی نشو و نما محض عوام کی توجہ اور دلدہی کا نتیجہ ہے۔ اس خالص ہندوستانی نژاد زبان کے ساتھ آج سوتیلی ماں کا سا سلوک کیا جا رہا ہے اس پر سارے ملک میں صدائے احتجاج بلند ہو رہی ہے حتیٰ کہ ہمارے محبوب رہنما پنڈت جواہر لال نہرو نے بھی کئی دفعہ اس کی مخالفانہ ہئیت پر شدومد سے تنقید کی ہے۔ ان حالات میں اردو زبان کی ترقی و ترویج اور بقاء و تحفظ کے لئے حامیان اردو کو متحدہ کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔ ریاست آندھرا کی تشکیل لسانی بنیادوں پر عمل میں آئی ہے اور یہاں تلنگی کے بعد عوام میں سب سے زیادہ مقبول زبان اردو ہے۔ اس کے شیدائیوں کی تعداد بھی ۲۲ لاکھ سے متجاوز ہے۔ ان حالات میں حکومت آندھرا سے عوام کا یہ پر زور مطالبہ کرنا حق بجانب ہے کہ اسے یہاں زبان دوئم کی حیثیت سے تسلیم کیا جائے۔ ان مطالبات کے ساتھ ساتھ عوام کو بھی دل کھول کر اردو کی سرپرستی کرنا وقت کا تقاضا ہے۔ یہ کیا کم تعجب ہے کہ انگریزی، تلنگی اور دیگر زبان کے اخبارات و رسائل خریدتے وقت پڑھنے میں تو ہمارے عوام پیش پیش ہیں لیکن اردو اخبارات کے ساتھ ان کی بے نیازی تعجب خیز امر ہے۔ آندھرا میں اردو کا مستقبل اسی صورت میں درخشاں و تابناک ہوگا جب کہ عوام کچھ ایثار و قربانی سے بھی کام لیں۔ اس ضمن میں عنقریب شہر کرنول میں صوبائی آندھرا اردو کانفرنس کا انعقاد کئی دوررس نتائج کا حامل ہوگا (اقتدار کرنول۔)

اردو اسکولوں سے شنکاراچی کی دل چسپی

ناگ پور۔ معلوم ہوا ہے کہ حافظ حبیب الرحمن صاحب نے شنکاراچی وزیر اعظم مدھیہ پردیش کو حسب ذیل خط لکھا ہے۔

"آپ نے از راہ کرم کارپوریشن کے بند شدہ اردو اسکولوں کو دوبارہ جاری کرنے کی جو ہدایت فرمائی ہے۔ مدھیہ پردیش کے اردو لکھنے پڑھنے والے طبقے پر بہت بڑا احسان کیا ہے خصوصاً اقلیتی طبقہ پر جس کا تمام سرمایہ اردو زبان میں ہے ان کی بے چینی اور انتشار کو یک جنبش قلم اطمینان و مسرت سے بدل دیا۔

درخواست ہے کہ صوبہ میں جہاں بھی اردو اسکول بند کر دئے گئے ہیں دوبارہ جاری کرنے کی ہدایت فرمائی جائے۔ تاکہ ہم مطمئن ہو کر ملک کے تعمیری کاموں میں حصہ لے سکیں۔ اور مخالفین کو حرف گیری کا موقع نہ ملے۔

میں جمیعۃ علماء صوبہ مدھیہ پردیش اور انجمن ترقی اردو کی طرف سے آپ کا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں۔ (الفاروق۔ کامٹی)

فورٹ ولیم کالج کے ابتدائی ڈھائی سال

(ڈاکٹر عبدالعلیم نامی، ایم۔ اے، بی۔ ٹی، پی۔ ایچ۔ ڈی)

ہز اکسیلنسی مارکوئس ولزلی گورنر جنرل آف انڈیا نے ۱۸ر اگست ۱۸۰۰ء کو اپنی کونسل کے سامنے ایک تجویز پیش کی اور اس میں اس بات کی اہمیت ظاہر کی کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے جونیئر ملازمین کے لئے ایک ایسے ادارہ کی ضرورت ہے جس میں سرکاری ملازمین کو ملک کی مروجہ زبانیں سکھلائی جائیں۔ اس وقت ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کا دائرہ صوبہ بنگال، بہار، اڑیسہ اور بنارس سے نکل کر کرناٹک، شمالی سرکار اور بارمہل کی جاگیروں تک پھیل گیا تھا جو صلح نامہ سرنگاپٹم کے رو سے اب (۱۷۹۲ء) کمپنی کی ملکیت بن گئی تھیں۔

مارکوئس ولزلی نے جو میمورنڈم پیش کیا وہ بہت طویل ہے یہاں اس کا خلاصہ نکات کی صورت میں درج کیا جاتا ہے تاکہ اس کے آئین و مقاصد سے ناظرین یہ اندازہ لگا سکیں کہ کالج کی تاسیس سے حکومت کا مقصد کیا تھا۔

(۱) فورٹ ولیم میں ایک کالج کا قیام ضروری ہے۔

(۲) یہ کالج ایک ایسی عمارت میں واقع ہوگا جس میں طلبہ اور اساتذہ کے لئے علیحدہ علیحدہ کمرے ہوں۔ ایک کتب خانہ ہو۔ درس و تدریس کے لئے مخصوص کمرے ہوں۔

(۳) ملک کے گورنر جنرل اس کالج کے پیٹرن اور وزیٹر ہوں۔

(۴) سپریم کونسل کے ممبر اور جج صاحبان صدر دیوانی عدالت اور نظام عدالت اس کے گورنر ہوں

(۵) گورنر جنرل بشمولیت کونسل کالج فنڈ کے متولی ہوں اور وہ کالج کے حسابات آنریبل کورٹ آف ڈائرکٹرس کی خدمت میں پیش کرتے رہیں۔

(۶) خزانۂ عامہ کے خزانچی اس کالج کے ٹریزرر ہوں۔

(۷) حکومت کے اکاؤنٹنٹ جنرل اور سول آڈیٹر اس کے محاسب اور خازن ہوں۔

(۸) حکومت کے ایڈوکیٹ جنرل اور آنریبل کمپنی کی اسٹینڈنگ کونسل کے ممبران اس کے مشیر قانونی ہوں۔

(۹) کالج کے افسران بالا پرووسٹ اور وائس پرووسٹ کہلائیں۔ پیٹرن اور وزیٹر جس شخص کو مناسب سمجھے اس کو معقول تنخواہ پر ملازم رکھے اس کو یہ بھی اختیار ہوگا کہ جب وہ چاہے کسی شخص کو برطرف کر دے۔

(۱۰) کالج کا پرووسٹ چرچ آف انگلینڈ کا کلرجی کا ہو۔

(۱۱) کالج کی جملہ کارروائیاں کورٹ آف ڈائرکٹرز کے ملاحظہ کے لئے بھیجی جائیں۔ اور ان کی منظوری حاصل کی جائے۔

(۱۲) پرووسٹ کا فرض ہوگا کہ وہ فورٹ ولیم میں آنے والے جونیئر سول ملازمین کا خیر مقدم کرے۔ ان کے عادات و اخلاق کی نگہداشت کرے ان کو نیک مشورہ دے۔ چرچ آف انگلینڈ کے معینہ اصولوں کے مطابق ان کو عیسائیت کی تبلیغ میں مدد دے۔

(۱۳) پیٹرن اور وزیٹر قابل اور لائق پروفیسروں کا تقرر کرے۔

(۱۴) ادب، سائنس اور معلومات کے لئے علیحدہ علیحدہ پروفیسر مقرر کئے جائیں۔ خاص کر مندرجہ ذیل علوم و فنون کے لئے:۔

عربی، فارسی، سنسکرت، ہندوستانی، بنگالی، تلنگو مرہٹی، تامل، کنڑی، مسلم قانون، ہندو قانون، برطانوی قانون۔

وہ قوانین جن کا نفاذ گورنر جنرل بشمولیت کونسل، فورٹ سینٹ جارج اور بمبئی کے گورنرز بشمولیت کونسل کی جانب سے برطانوی مقبوضات ہند کی سول حکومت کے لئے نافذ ہوں۔

معاشی سیاست خاص کر ایسٹ انڈیا کمپنی کے تجارتی اداروں کی معلومات جغرافیہ اور ریاضی وغیرہ۔

یورپ کی جدید زبانیں۔

یونانی۔ لاطینی اور انگریزی کا کلاسیکی لٹریچر۔

تاریخ عالم — قدیم و جدید

ہندوستان اور دکن کی تاریخ اور تاریخی یادگاریں۔

تاریخ طبعیات۔

نباتات۔ علم کیمیا اور علم ہیئت۔

(۱۵) پیٹرن اور وزیٹر کو اختیار ہوگا کہ وہ ایک یا ایک سے زائد پروفیسر ایک یا ایک سے زائد مضامین کے لئے مقرر کرے اس کی ذمہ داریوں میں حسب ضرورت کمی و بیشی کرے یا جدید مضامین کے لئے نئے پروفیسروں کا تقرر عمل میں لائے۔

(۱۶) پرووسٹ اور وائس پرووسٹ جو سات سال تک کالج کی خدمت انجام دیں۔ اور پروفیسر جو سات سال تک کام کریں یا انتظامی کام گذاریں اور پیٹرن اور وزیٹر ان کی خدمات کو اعلیٰ سمجھیں ان کو الف پنشن دی جائے، خواہ وہ یورپ میں رہیں یا ہندوستان میں، یہ پنشن ان کی ماہانہ تنخواہ کی کم از کم ایک تہائی ہوگی۔ پیٹرن اور وزیٹر کو اختیار ہوگا کہ

وہ اس پنشن میں حسب ضرورت اضافہ کرے۔

(۱۷) وہ سول ملازمین جو کمپنی کی جانب سے صوبہ بنگال میں بغرض ملازمت بھیجے جائیں وہ اس کالج میں تین سال تک تعلیم پائیں اور ان کا یہ تعلیمی زمانہ پبلک ڈیوٹی تصور کیا جائے۔

(۱۸) وہ سول ملازمین جو تین سال سے کم عرصہ کے لئے بنگال بھیجے جائیں۔ وہ بھی تین سال تک اس کالج میں تعلیم پائیں۔

(۱۹) ایسٹ انڈیا کمپنی کے وہ جونیئر سول ملازمین جو صوبہ بنگال، فورٹ سینٹ جارج مدراس اور بمبئی سے تعلق رکھتے ہیں وہ گورنر جنرل بشمولیت کونسل کی اجازت سے ایک معینہ وقت اور خاص قوانین کے تحت اس کالج میں داخل کئے جائیں۔

(۲۰) ایسٹ انڈیا کمپنی کے وہ جونیئر ملٹری ملازمین جو صوبہ بنگال، فورٹ سینٹ جارج مدراس اور بمبئی سے تعلق رکھتے ہیں بھی گورنر جنرل بشمولیت کونسل کی اجازت سے ایک معینہ وقت اور خاص قوانین کے تحت اس کالج میں داخل کئے جائیں۔

(۲۱) فورٹ ولیم کالج کا تعلیمی سال چار ٹرم پر منقسم ہو۔ ہر ٹرم دو مہینے کا ہو۔ ہر سال چار بار تعطیل ہو اور ہر تعطیل ایک ماہ کی ہو۔

(۲۲) ہر سال دو امتحانات ہوں۔ کالج کے پرووسٹ، پیٹرن، گورنرز اور طلبا کی موجودگی میں انعامات تقسیم کئے جائیں۔

(۲۳) کالج کے گورنر کی اجازت سے اور اس کی نگرانی میں پرووسٹ کالج کے انتظامی امور، آئین اور ڈسپلن کے متعلق قوانین مرتب کرے اور پیٹرن اور وزیٹر کے دستخط اور نگرانی کے بعد ان کو قانونی حیثیت حاصل ہو منظوری اور دستخط کے بعد وہ شائع کئے جائیں اور قانونی صورت اختیار کریں۔

(۲۴) جو طلبا نمایاں طور پر کامیابی حاصل کریں ان کو اسناد دی جائیں بنگال سینٹ، فورٹ جارج اور بمبئی گورنمنٹ کے اعلیٰ عہدوں پر پہنچنے اور ترقی حاصل کرنے کے لئے ان امتحانات اور انعامات کا خاص طور پر خیال رکھا جائے۔

(۲۵) پیٹرن اور وزیٹر کو ہر حال میں اختیار ہو کہ وہ کالج کے آئین و ضوابط میں جن کا تعلق کالج ڈسپلن اور انتظام سے ہو رد و بدل کرے۔

(۲۶) ہر ٹرم کے اختتام پر پیٹرن اور وزیٹر کا فرض ہو کہ وہ ہر طالب علم اس کے عہدہ، اس کی تنخواہ، اس کی تقرری، برطرفی اور ترقی کی ایک مکمل رپورٹ گورنر جنرل بشمولیت کونسل کی خدمت میں پیش کرے جسے وہ اپنی جانب سے آنریبل کورٹ آف ڈائریکٹرز کے پاس روانہ کردے اسی طرح مطبوعہ آئین و ضوابط کی نقلیں بھی گورنر جنرل بشمولیت کونسل کی خدمت میں بھیجی جائیں اور وہ انہیں آنریبل کورٹ آف ڈائریکٹرز کے پاس روانہ کردے۔

گورنر جنرل بشمولیت کونسل کا یہ میمورنڈم ۸۸ پیراگراف پر مشتمل تھا۔ اس میں جملہ آئین و ضوابط تفصیل کے ساتھ درج کئے گئے تھے جن میں سے چند یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔ ۱۰ اپریل ۱۸۰۰ء کو مارکوس ولزلی نے مجلس وضع قانون کے اس تحریری قانون پر اپنے دستخط ثبت کئے اور مسٹر ڈیوڈ براؤن نے جو پرووسٹ اول مقرر ہوئے تھے اس کو قانونی شکل میں نافذ کیا۔

یہ تحریری قانون نو (۹) ابواب پر مشتمل ہے۔

اجرائے کالج کے ساتھ مندرجہ ذیل عہدہ داروں کا انتخاب بھی عمل میں لایا گیا۔

کونسل

(۱) ریورنڈ ڈیوڈ براؤن — پرووسٹ

(۲) ریورنڈ کلاڈیس بکنن — وائس ،،

(۳) آنریبل ہنری ولزلی

(۴) سر جارج ہلارو بارلو۔ بیرونٹ

(۵) جان لمسڈن اسکوائر

(۶) ہنری تھامس کول بروک اسکوائر

(۷) جان ہربرٹ ہرنگٹن اسکوائر

(۸) نیل بنجمن ایڈمونسٹن اسکوائر۔

اساتذہ

(۱) سر جارج ہلیرو بارلو۔ پروفیسر قانون اور برطانوی دستور۔

(۲) ایچ۔ ٹی۔ کول بروک اسکوائر۔ پروفیسر ہندو قانون اور سنسکرت

(۳) جے۔ ایچ۔ ہرنگٹن اسکوائر (وہ سر جارج بارلو کے بعد اس عہدہ پر مقرر کئے گئے)

(۴) فرانسس گلیڈون اسکوائر۔ پروفیسر زبان فارسی

(۵) این۔ بی۔ ایڈمنسٹن اسکوائر۔ پروفیسر زبان و ادب فارسی۔

(۶) کپتان جان بیلی۔ پروفیسر عربی زبان اور مسلم قانون۔

(۷) جان گلکرائسٹ۔ پروفیسر ہندوستانی زبان

(۸) ریورنڈ کلاڈیس بکنن۔ پروفیسر زبان یونانی و لاطینی۔

(۹) متھیو لمسڈن اسکوائر۔ فرسٹ اسسٹنٹ پروفیسر فارسی و عربی

(۱۰) کپتان چارلس اسٹورٹ۔ سیکنڈ اسسٹنٹ پروفیسر زبان فارسی

(۱۱) کپتان جیمس ماوت۔ فرسٹ اسسٹنٹ پروفیسر زبان ہندوستانی۔

(۱۲) این۔ سامئن ولیم میگڈوگل اسکوائر سیکنڈ اسسٹنٹ پروفیسر زبان ہندوستانی۔

(۱۳) ریورنڈ ولیم کیرے۔ پروفیسر زبان ہائے سنسکرت، بنگالی اور مرہٹی۔

(۱۴) ریورنڈ مسٹر یوئی زولڈ۔ پروفیسر زبان تامل۔

(۱۵) ڈاکٹر جیمس ڈین ویڈی۔ ایل۔ ایل۔ ڈی۔ پروفیسر ریاضی۔

(۱۶) موسیو ڈو پلے۔ پروفیسر زبان ہائے جدید

(سکریٹری کالج کونسل)

سی راتھ مین اسکوائر

ممتحنین

ذیل میں ان پروفیسروں کے نام دئے جاتے ہیں جو کونسل

کی جانب سے مستقل اور غیر مستقل ممتحنین مقرر کئے جاتے تھے۔

مستقل (۱) ایچ۔ ٹی۔ کول بروک اسکوائر

(۲) جے۔ ایچ۔ ہرنگٹن اسکوائر

(۳) این۔ بی۔ ایڈمنسٹن اسکوائر۔

(۴) ڈبلیو سی۔ بلیکری اسکوائر

غیر مستقل (۱) سرجارج ہلارو بارلو۔ بیرونٹ۔

(۲) لفٹنٹ کرنل جان مالکم۔ وہ بعد سفیر کی حیثیت سے ایران تشریف لے گئے۔

(۳) ڈاکٹر ولیم ہنٹر۔ ایم۔ ڈی۔

(۴) بورش کرسپ اسکوائر

(۵) لفٹنٹ کرنل ڈولوڈ۔

(۶) ڈاکٹر جان ویڈ ایم۔ ڈی۔

ہندستانی اسٹاف

ہندوستانی اسٹاف کی ایک فہرست سطور ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ ان میں وہ حضرات بھی شامل ہیں جو درس و تدریس سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ لوگ بھی ہیں جو ترجمہ کا کام کرتے تھے اور وہ صاحب کمال بھی جو صرف تصنیف اور تالیف کے لئے وقف تھے۔

۳۵	منشی	ہندوستانی زبان کے لئے مقرر تھے۔	
۳۰	"	فارسی	" " " "
۱۵	"	بنگالی	" " " "
۸	"	عربی	" " " "
۱	"	پشتو	" " " "
۲	"	کنڑی	" " " "
۱	"	تلنگی	" " " "
۱	"	اوریہ	" " " "
۱	"	برج بھاکا (قدیم ہندی)	" "
۱	"	ملیالم	" " " "
۱	"	چینی زبان کے لئے مقرر تھا	
۸	پنڈت	سنسکرت	" " " تھے
۸	"	مرہٹی	" " " " "
۱	دیسی عیسائی	تامل	" " " "
۱	خوش نویس	عربی و فارسی	" " "
۱	"	ناگری	" " " "
۱	"	بنگالی اور سنسکرت	" " "
۱	انڈین لائبریرین	مشرقی زبانوں کے کتب خانہ کے لئے	
۱	"	ٹیپو سلطان	" " "
۱	انگلش	" یورپین زبانوں	" " "

نتائج امتحانات

یہ کالج ۲۴ جنوری ۱۸۵۴ء کو بحکم گورنر بنگال بند کر دیا گیا[1]۔ اس کالج میں کتنے طلبا اردو اور دوسری زبانوں میں تعلیم پاتے تھے اس کا اندازہ سطور ذیل سے ہوگا جن میں ابتدائی سالوں کے نتائج درج کئے گئے ہیں۔

پہلا امتحان منعقدہ جولائی ۱۸۰۱ء

زبان	درجہ اول	درجہ دوم	درجہ سوم	درجہ چہارم	کل طلبہ
ہندستانی	۵	۱۰	۱۴	۷	۳۶
فارسی	۳	۸	۱۶	۵	۳۲
بنگالی					۸
عربی					۵
خوش نویسی — فارسی					۱
" ناگری					۱

دوسرا امتحان منعقدہ جنوری ۱۸۰۲ء

زبان	درجہ اول	درجہ دوم	درجہ سوم	درجہ چہارم	کل طلبا
ہندستانی	۹	۱۵	۱۸	۱۰	۵۲
فارسی	۱۳	۱۴	۱۳	۱۰	۵۰
بنگالی	۷	۲			۹
عربی	۷	۳			۱۰
خوش نویسی — فارسی					۱
" ناگری					۱
" بنگالی					۱

سالانہ تقریری مقابلہ ۱۸۰۲ء

زبان ہندستانی

موضوع "ہندوستانی زبان ملک کے ہر حصہ میں ... مفید ثابت ہو سکتی ہے"

ممتحن پروفیسر جان گلکرائسٹ

انعام پانے والے طلبا۔ (۱) بیلی (۲) بوئٹ (۳) لائڈ۔

زبان فارسی

موضوع "ایک علمی و ادبی ادارہ نہ صرف ہندوستان بلکہ برطانیہ کے لئے بھی مفید ہوگا۔"

ممتحن پروفیسر لفٹنٹ جان بیلی

انعام پانے والے طلبہ (۱) بوئٹ (۲) لائڈ (۳) گومتری

زبان بنگالی

موضوع "ایشیا کا تمدن اسی قدر بلند مقام رکھتا ہے جس قدر کہ یورپ کا"

ممتحن ڈبلیو سی۔ بیلی اسکوائر۔

انگریزی مضمون نگاری

دوسرا ٹرم ۱۸۰۱ء

موضوع "اگر ہندوستان میں ایک علمی ادارہ قائم کیا جائے تو کیا اس سے

[1] بنگال گورنمنٹ کا نوٹیفکیشن نمبر ۱۲۴ مورخہ ۲۴ جنوری ۱۸۵۴ء

علمی، اخلاقی اور سیاسی فائدے حاصل ہو سکتے ہیں۔"

انعام پانے والے طلبہ (۱) مارٹن (۲) ایلیٹ (۳) بیلی

تیسرا انعام بابت ۱۸۰۲ء

موضوع "ہندستان کے آداب اور رسم و رواج سیکھنے کے لئے کیا ذرائع ہیں۔"

انعام پانے والے طلبا (۱) ہاٹن (۲) مارٹن (۳) ٹسکاف

چوتھا انعام بابت ۱۸۰۳ء

موضوع "ایشیائی باشندوں خاص کر اہل ہند کی خصوصیات"

انعام پانے والے طلبہ (۱) ڈوڈ (۲) مارٹن (۳) نیوٹن ہم۔

مطبوعات

فورٹ ولیم کالج نے ڈھائی سال کے مختصر عرصہ میں جو کتابیں تصنیف، تالیف اور شائع کیں ان کی فہرست سطور ذیل میں درج کی جاتی ہے یہ فہرست حضور گورنر جنرل بہادر کی خدمت میں ۲۵ جولائی ۱۸۰۳ء کو گورنمنٹ ہاؤس کلکتہ میں پیش کی گئی تھی۔[1]

فولیو سائز (۱) صرف و نحو سنسکرت۔ حصہ اول

(۲) صرف و نحو عربی۔ لیکچروں کا مجموعہ جس میں گردانوں کی تشریح کی گئی ہے۔

کوارٹو سائز (۳) نسخ ہندستانی۔ زبان کا خاکہ

(۴) صرف و نحو سنسکرت۔ ۵۰۰ صفحات

(۵) ہندستانی زبان کا تعارف

(۶) مائۃ عامل (سو عامل) عربی اسماء و افعال کے استعمال کے متعلق مع شرح مائۃ عامل۔

(۷) ہدایت النحو۔ رہنمائے صرف و نحو عربی۔ جلد دوم برائے طلبہ فورٹ ولیم کالج۔

(۸) کافیہ ابن حاجب مع انتخابات

(۹) شرح ملا۔ کافیہ کی شرح از مولوی جامی۔

(۱۰) صرف و نحو کے اسباق اور مشق۔

(۱۱) مصباح۔ عربی صرف و نحو پر ایک مقالہ

(۱۲) فارسی صرف و نحو پر (فعل) اور مترادف ہندستانی الفاظ۔

(۱۳) فرہنگ۔ انگریزی و فارسی۔

(۱۴) فارسی، عربی، ہندستانی اور بنگالی زبانوں کے سوال و جواب۔

(۱۵) رہنمائے فارسی۔ فارسی کے ماخذ اور ان کا عربی سے مقابلہ

(۱۶) فارسی طرز تحریر پر ایک مقالہ (مصدر) نستعلیق اور اس کی خوبیوں کا تذکرہ۔

(۱۷) باغ و بہار۔ فارسی چہار درویش کا ترجمہ یکے از مترجم کالج۔

(۱۸) شکنتلا۔ اخلاق ہندی اور بیتال پچیسی۔ برج بھاکا اور فارسی تراجم سنسکرت کے تراجم۔ مادھونل کا ترجمہ از زبان برج بھاکا۔ مترجمہ ملازمین کالج۔

(۱۹) نثر بے نظیر میر حسن کی مثنوی بے نظیر کا نثری ترجمہ۔ گلستان اور طوطی نامہ کے اردو ترجمے بنام باغ و بہار اور طوطا کہانی۔ مترجمہ ملازمین کالج

(۲۰) برج بھاکا کے سنسکرت ترجمہ کا ہندستانی ترجمہ جس میں مسکین کا ترجمہ شامل ہے۔

اکٹیو سائز (۲۱) گلدستہ ہندی ہندستانی مضامین کا ترجمہ۔

(۲۲) ہندی قصہ گو۔

(۲۳) حکایات ہندی۔

(۲۴) حکایات ایسپ۔ چھ زبانوں میں۔

(۲۵) گلستان کا ہندستانی ترجمہ۔ دو جلدوں میں۔

(۲۶) دیباچہ زبان ہندستانی۔

(۲۷) رہنمائے زبان ہندستانی۔ اسٹر یچر کی کتاب کا ترجمہ۔

(۲۸) مکالمے بہ زبان انگریزی و بنگالی۔

(۲۹) صرف و نحو زبان بنگالی۔

(۳۰) صرف و نحو زبان بنگالی۔ دوسرا اڈیشن۔ بڑا سائز۔

(۳۱) ہتیوپدیش۔ بنگالی ترجمہ از زبان سنسکرت۔

(۳۲) تاریخ راجہ پرتاپ دیو آف جزیرہ ساگر۔ مرتبہ یکے از زبان ہندی ملازم کالج۔

(۳۳) خطوط بہ زبان بنگالی برائے خط و کتابت۔

(۳۴) مہابھارت۔ بنگالی زبان میں ترجمہ۔ دو جلدوں میں۔

(۳۵) سنگھاسن بتیسی۔ سنسکرت سے بنگالی میں ترجمہ۔

(۳۶) رامائن۔ سنسکرت سے بنگالی میں ترجمہ۔ ہندوؤں کی ایک مقدس کتاب اور ایک اہم منظوم تصنیف۔

(۳۷) عہد نامہ عتیق و جدید۔ انجیل کا بنگالی ترجمہ۔ دو جلدوں میں۔

(۳۸) مقالے اور مضامین۔ فورٹ ولیم کالج کے طلبہ کی وہ تقریریں جو ۶ فروری ۱۸۰۲ء کو علوم مشرقیہ کے سلسلہ میں کی گئیں۔

(۳۹) مقالے اور مضامین۔ فورٹ ولیم کالج کے طلبہ کی وہ تقریریں جو ۲۹ مارچ ۱۸۰۳ء کو علوم مشرقیہ کے سلسلے میں کی گئیں۔

(۴۰) متفرقات از ملازمین کالج بہ زبان ہندستانی۔

(۴۱) ہفت گلشن

(۴۲) گلدستہ حیدری

(۴۳) تاریخ امیر حمزہ

(۴۴) مرثیہ مسکین (نثر)

(۴۵) تاج الملوک

مندرجہ ذیل کتابیں زیر اشاعت ہیں:۔

(۴۶) عیار دانش۔

(۴۷) حاتم طائی۔

[1] اے لٹل کورٹ، سیلی، کمشنر آرڈرز، مورخہ دوشنبہ ۲۹ اگست ۱۸۰۳ء

(۴۸) قصص ہند، جلد دوم و سوم۔ بہ حروف فارسی و ناگری۔

(۴۹) لغت ہندستانی برائے طلبہ مستقلہ مجری دہلی۔

(۵۰) کلیات سودا۔ سہ جلد۔

(۵۱) کلام ولی۔

(۵۲) شرح بھاگوت بہ زبان ہندی۔

(۵۳) بکاولی ترجمہ از فارسی۔

(۵۴) امثال ہندی۔

(۵۵) عربی و فارسی کے وہ جملے جو عام طور پر اردو میں استعمال ہوتے ہیں۔

(۵۶) بارہ ماسہ۔ ہندستانی زبان میں ایک نظم۔

(۵۷) خوان الوان۔

(۵۸) ہندستانی بوستان۔

(۵۹) ہندستانی قرآن۔

(۶۰) اخلاق ہندی بہ زبان ہندی۔

(۶۱) شرح محمدی۔ بارہ اماموں کے متعلقہ اصولوں کی روشنی میں۔
چہار جلد۔ جلد اول تقریباً چھپ چکی ہے۔

(۶۲) صرف و نحو بہ زبان فارسی۔

(۶۳) صرف و نحو بہ زبان تامل۔

(۶۴) کافیہ کا انگریزی ترجمہ۔ چہار جلد۔

(۶۵) لغت عربی بہ اصول قاموس۔

(۶۶) لغت سنسکرت۔

خبریں

دہلی انجمن ترقی اردو شاخ دہلی کی جانب سے ۲۹ مارچ ۱۹۵۳ء شام کو زیر صدارت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب دہلی حکومت کے موجودہ رویہ کے متعلق اردو کے سلسلہ میں جلسہ کیا گیا۔ اس جلسہ میں ممبران انجمن کے علاوہ شعرا ادبا اور چند اردو دوست اصحاب نے شرکت فرمائی۔ انکے نام یہ ہیں :۔ لالہ شیام ناتھ صاحب سابق صدر میونسپل کمیٹی دہلی۔ ڈاکٹر سعید انصاری۔ چودھری شیر جنگ۔ محمد مجیب صاحب۔ علامہ انور صابری۔ سردار جواہر سنگھ۔ سردار دیوان سنگھ مفتون ایڈیٹر ریاست۔ مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی۔ عزیز برنی۔ بیگم شفیق الرحمٰن قدوائی۔ عزیز وارثی۔ شریمتی سرلا شرما۔ ماجدہ بیگم صاحبہ۔ زبیر قریشی صاحب میونسپل کمشنر۔ حکیم خلیل الرحمان صاحب۔ لالہ دھرمپال گپتا وفا۔ حافظ محمد یوسف ایڈیٹر شمع۔ ظ۔ انصاری۔ ملک رام ایم۔ اے۔ کرم چند پارس۔

چونکہ اس جلسہ میں انجمن کی جانب سے دہلی کے تمام اردو ناشرین اور اخبار نویسوں کو خاص طور پر مدعو کیا گیا تھا۔ اس لئے معز الدین احمد صاحب مالک آزاد کتاب گھر نے ناشرین کی جانب سے نمائندگی کرتے ہوئے اپنی تقریر میں کہا کہ دہلی اسٹیٹ اور میونسپل کمیٹی نے اردو کی مخالفت کے تئیں ایک ساتھ قدم اٹھایا ہے۔ شری سوار گورکھ نہال سنگھ چیف کمشنر دہلی باوجود اس کے کہ وہ مکتب سیاست کے نائب ہیں اور اردو کی اہمیت سے واقف ہیں لیکن منصب وزارت ملتے ہی انھوں نے آنکھ بند کر کے اردو کی مخالفت شروع کر دی۔ اس صریحاً ناانصافی کو دلی والے بالکل ناپسند کرتے ہیں۔ اردو کو جس مقام پر وہ ہے وہاں سے ہٹانا دہلی والے بالکل پسند نہیں کرتے۔ حکومت دہلی سے جلد از جلد اس سلسلے میں گفتگو کرنی چاہیے۔

صدر جلسہ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا ۱۹۴۷ء کے بعد سے اس مسئلے نے نئی کروٹ لی ہے۔ زبانوں کے ماہرین اس بات کو جانتے ہیں کہ زبان کا کوئی مذہب نہیں۔ یہ بات تکلیف دہ ہے کہ جبکہ ہم دوسری چیزوں میں ترقی کر رہے ہیں تو زبان کے معاملے میں تنگ نظری سے کام لیا جائے ۔ مولانا نے اس امر کی وضاحت کی کہ اردو نہ تو کسی مخصوص فرقہ کی زبان ہے نہ کسی مذہب سے اس کا کوئی خاص تعلق ہے۔ کبھی کبھی یہ کہا بھی جا رہا ہے سامنے آئی کہ اردو زبان میں اسلامی لٹریچر موجود ہے اگر یہ ختم ہو گئی تو مذہب کا بہت بڑا ذخیرہ ختم ہو جائے گا۔ جب میں نے اس پر اچھی طرح غور کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ مذہب کو اس سے کوئی خطرہ نہیں ہو سکتا۔ اگر خدانخواستہ اردو زبان مٹ جائے تو ہندی زبان میں بھی اسلامی لٹریچر منتقل ہو سکتا ہے۔ ہم اگر آج اردو کو زندہ دیکھنا چاہتے ہیں تو دھرم یا مذہب کی بنیاد پر نہیں بلکہ یہ کہ یہ ہمارے ادب اور کلچر کا مشترکہ سرمایہ ہے اور اسے نقصان پہنچانا اپنے اصول اور آدرش کو نقصان پہنچانا ہے زبانیں اچھوت نہیں ہوا کرتیں۔

تقریر کے آخر میں مولانا نے فرمایا کہ ہندی اور اردو میں رقابت کا کوئی سوال نہیں ہے۔ ہندی اپنا مقام رکھتی ہے۔ اور اس زبان میں بھی آج نہیں بلکہ اس زمانے میں جب ہندوستان میں مسلمان بادشاہ تھے امیر خسروؒ اور عبدالرحیم خان خاناں نے ایسا کام کیا جواب بھی ہندی شاعری کا طرۂ امتیاز سمجھا جاتا ہے۔ اردو والوں کو ہندی کا دشمن سمجھنا بہت بڑا ظلم ہے۔ اگر الہ آباد میں گنگا جمنا کا سنگم ہے تو دہلی میں یہ سنگم اردو کی شکل میں موجود ہے یہ ہندو مسلمانوں کی وراثت ہے۔ جسے ہم چھوڑ نہیں سکتے۔ اردو کا جو مقام ہے وہ اسے ملنا چاہیے۔

قرارداد جناب بشیشور پرشاد منور لکھنوی نے ایک قرارداد پیش کی جس میں اس امر پر خدشہ ظاہر کیا گیا کہ اگر دہلی میں بھی اردو کو اہم لسانی حیثیت نہ دی گئی تو پورے ملک میں اردو کا مستقبل تاریک ہو جائے گا۔ منور صاحب نے تجویز پر تقریر کرتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور اردو دشمنی کے جذبہ کی مذمت کی۔

لالہ شیام ناتھ صاحب نے اپنی تائیدی تقریر میں اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ ملک کی تقسیم کے بعد سے اردو کے ساتھ بہت نامناسب سلوک کیا گیا ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ اردو صرف مسلمانوں ہی کی زبان نہیں

ہے، بلکہ ہندوؤں نے بھی اس کی بڑی خدمت کی ہے۔ اردو کے معاملہ میں حکومت یو۔پی نے جو طرز عمل اختیار کیا ہے۔ اس کی مذمت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہمیں یہ خیال بھی نہیں تھا کہ دہلی میں بھی ہمیں یہ دن دیکھنا پڑے گا یہاں کے نئے چیف منسٹر نے عہدہ سنبھالتے ہی ایسی پالیسی اختیار کی جس سے اردو حلقوں میں تشویش پیدا ہو گئی۔ یہ صورت حالات دہلی والوں کے لئے بہت پریشان کن ہے۔ یہاں کے لوگ خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان اردو کے شیدائی ہیں۔ اسٹیٹ گورنمنٹ کے ساتھ ساتھ دہلی میونسپل کمیٹی نے بھی اردو کو ہر طرح نقصان پہنچانے کی ٹھان لی ہے۔ حالانکہ پنجاب سے جو لوگ آئے ہیں وہ بھی اردو ہی بولتے اور لکھتے پڑھتے ہیں۔ آپ نے کہا اگر اردو کو ختم کر دیا گیا تو دستور ہند کی وہ دفعہ بالکل بیکار ہو جائے گی جس میں اردو کو ملک کی چودہ زبانوں میں سے ایک تسلیم کیا گیا ہے۔

یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ جس دہلی میں بڑے بڑے شعرا پیدا ہوئے اور جس جگہ کے لوگوں نے ہمیشہ اپنی اس زبان پر ناز کیا ہے اس کو ختم کرنے کی یہاں کوشش کی جائے۔ ہم سب دلی والوں کا فرض ہے کہ ہم اپنی اس محبوب اور شاندار زبان کو ختم نہ ہونے دیں۔ ورنہ دوسرے ملک کے لوگ ہمارے تعصب اور تنگ دلی کا مذاق اڑائیں گے اور ہمارے ادب و کلچر کو بہت نقصان پہنچے گا۔ چودھری شیر جنگ صاحب نے فرمایا کہ اردو ہمارا ایک بیش بہا قومی ورثہ ہے جس طرح تاج محل اور لال قلعہ پر ہم فخر کرتے ہیں۔ اسی طرح اردو پر بھی۔ جو لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس زبان کی خوبصورتی سے ناواقف ہیں۔

دھرمپال گپتا وکیل نے فرمایا "اردو جس میں ہماری جنگ آزادی کی پوری تاریخ موجود ہے اور جس نے "انقلاب زندہ باد" جیسا موزوں نعرہ ہم کو دیا اس زبان کو ختم کرنے کی کوشش احمقانہ بزدلی ہے وہ لوگ اس زبان کو ختم کرنا چاہتے ہیں جو سنگدل بھی ہیں اور ملک کے سیاسی تاریخ سے ناواقف بھی۔

نظر انصاری صاحب نے تجویز پیش کی کہ چیف منسٹر دہلی نے جو کمیٹی حکومت کے لئے زبان بنانے کے واسطے مقرر کی ہے وہ کسی طرح مکمل نہیں ہے ان کو چاہئے کہ وہ ایک ایسی کمیٹی بنائیں جس میں ہر مکتب خیال کے لوگوں کو لیا جائے۔ اور جو حکومت کی زبان کو عام فہم بنانے کی کوشش کرے فی الحال حکومت دہلی صرف ہندی ہی کو رائج کرنے کی فکر میں ہے۔ اور ہر طرح اردو کو دیس نکالا دیا جا رہا ہے یہ صورت حال لائق برداشت نہیں ہے۔ اپنے رویہ کو حکومت کو تبدیل کرنا ہوگا کیونکہ یہ جمہوری حکومت ہے۔ شہریت یہاں نہ چل سکے گی۔

مسٹر پرکاش پنڈت نے تجویز پیش کی کہ میونسپل کمیٹی میں جو سلوک آج کل اردو سے کیا جا رہا ہے یہ بالکل نامناسب ہے دہلی میونسپلٹی میں اب تک تمام کاروبار اردو میں ہوتا رہا ہے۔ اور دہلی میونسپلٹی کا لکھا پڑھا اسٹاف جس زبان کو اپنی ضرورت کے لئے سب سے زیادہ استعمال

کرتا ہے، وہ اردو ہی ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ خواہ مخواہ اردو کو جو حیثیت اس سے پہلے ملی ہوئی تھی وہ اس سے چھین لی جائے۔ اس غیر جمہوری فعل کے لئے دہلی میونسپل کمیٹی کے مقتدر اصحاب کو تنگ نظر کہا جا سکتا ہے۔ اگر دہلی میونسپلٹی میں اردو کی موجودہ حیثیت بحال رہتی ہے تو اس سے ہندی کی آل انڈیا حیثیت کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔

شریمتی سرلا شرما میونسپل کمشنر نے تائیدی تقریر میں کہا کہ میں نے جس ماحول میں آنکھ کھولی اس میں اپنے اردگرد اردو کو ہی دیکھا۔ آزاد ہندوستان کو یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ جس زبان کی شاعری نے عوام کو جاگرتی کے سبق دئے وہ اردو ہی تھی۔ اگر ہم آج اردو کو اس کا حق نہ دیں تو یہ سخت ناانصافی ہوگی۔ جو لوگ اردو کو بے جا طریقے سے ختم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ ہندی کے بھی دشمن ہیں۔ ہر ملک میں ایک راج بھاشا ہوتی ہے لیکن کسی کی مادری زبان کو نہیں کچلا جاتا۔ جس طرح بنگال میں بنگالی، گجرات میں گجراتی ہے۔ اسی طرح دہلی کی عوامی بول چال کی زبان اردو ہے۔

چودھری عبدالستار میونسپل کمشنر نے اپنی تقریر میں اس امر کی وضاحت کی کہ میونسپل کمیٹی نے ایسی کوئی قرارداد منظور نہیں کی جس میں کہا گیا ہو کہ اردو کے بورڈ ہٹا دئے جائیں یا اردو اسکولوں کے ٹیچر ہندی میں ریکارڈ رکھیں اگر ایسا کیا گیا ہے تو اس کی ذمہ داری اکیلے صدر پر ہے۔

مولانا نذیر قریشی صاحب نے ایک قرارداد پیش کی۔ جن ابتدائی اسکولوں میں بچوں کی مادری زبان اردو ہے۔ ان اسکولوں کو اردو کے اسکول قرار دئے جائیں اور وہاں ہندی میں ریکارڈ رکھنے کی جو ہدایت کی گئی ہے اسے واپس لیا جائے۔

اس تجویز کی تائید میں اسرار احمد صاحب آزاد نے تقریر کی۔

آخری قرارداد اسٹینڈنگ کمیٹی قائم کرنے سے متعلق تھی۔ جو اردو کے حق میں عوامی حمایت حاصل کرنے کے سلسلے میں اقدامات کرے گی۔

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب اور لالہ شام ناتھ صاحب کو اختیار دیا گیا کہ وہ دوسرے سرکردہ حضرات کے مشورہ سے اس کمیٹی کے ممبروں کو نامزد کریں۔

رسڑ ضلع بلیا

بلیا اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے جنرل سکریٹری صغیر احمد صاحب بلیاوی بی۔ ایس سی علیگ نے اپنی ایک حالیہ تقریر میں کہا ہے کہ انجمن ترقی اردو رسڑ ضلع بلیا نے اپنے گزشتہ سالانہ اجلاس میں جو تجویزیں منظور کی تھیں خدا کا شکر ہے کہ ان میں سے کئی تجویزوں نے عملی شکل اختیار کر لی ہے۔

اس سال کے اجلاس میں سب سے اہم تجویز "دینی تعلیم" سے متعلق ہوگی کیونکہ ہماری ملی زندگی کی بقا کا انحصار اسی تعلیم پر ہے۔ انجمن ترقی اردو رسڑ ضلع بلیا کے اراکین نے یہ بھی طے کیا ہے کہ انجمن کے سالانہ جلسے میں جو امسال ہوگا۔ دینی تعلیم کی اہمیت پر مولانا ابراہیم صاحب بلیاوی استاد دارالعلوم دیوبند، ابوالفضل عبدالحفیظ صاحب بلیاوی

باستاد دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے تقریریں کرائی جائیں اور ان تقریروں کو پمفلٹ کی صورت میں چھپوا کر پورے ضلع میں تقسیم کیا جائے۔

کانفرنس کے پروگرام میں ادبی اجلاس اور مشاعرہ بھی شامل ہے جس کے انتظامات کے لئے ایک کمیٹی کی تشکیل کر دی گئی ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ ادبی اجلاس میں بیشتر ادبا اور ماہرین لسانیات شرکت فرمائیں گے اس اجلاس کے افتتاح کے لئے کمیٹی نے مولانا خیر بہوروی مددگار جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو ہند سے درخواست کی ہے۔

مشاعرے کی صدارت حافظ شفیق الرحمان صاحب شفیق الہ آبادی فرمائیں گے۔ جن کی منظوری کمیٹی نے حاصل کر لی ہے۔ شعرائے کرام میں عارف عباسی بلیاوی، ظہیر متقاجی بلیاوی، آصف بلیاوی، شرر بلیاوی کے علاوہ دل لکھنوی، قیصر الہ آبادی، نذیر بنارسی اور نشاط مہرد نوی کی شرکت کی پوری توقع ہے۔

بہورو۔ ضلع بلیا نعیم الحق صاحب بہوروی تحریر فرماتے ہیں کہ مئی کے آخری ہفتے میں بہورو ضلع بلیا میں ایک ادبی جلسہ مشاعرہ اور انعامی مقابلہ ہوگا۔ مقابلے میں صرف ضلع بلیا کے ادبا، شعراء اور طلبا حصہ لیں گے۔ موضوع یہ ہے:۔

۱ "دینی تعلیم کی ضرورت"

اس موضوع پر سب سے اچھے مضمون لکھنے والے کو محمد یعقوب صاحب ایم۔ اے بہوروی کی طرف سے نقد انعام دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ ایک خصوصی انعام حاجی محمد یونس صاحب کی طرف سے اس طالب علم کو دیا جائے گا جو اس موضوع پر سب سے اچھی تقریر کرے گا۔

مضامین بذریعہ رجسٹری محمد رحمت اللہ صاحب عراقی سکریٹری انجمن ترقی اردو کے نام ۱۵ مئی تک پہنچ جانے چاہئیں۔ پتہ یہ ہے

بانس پار بہورو۔ ڈاک خانہ۔ بیلتھرا روڈ۔

ضلع بلیا۔

مضمون فل اسکیپ سائز کاغذ پر خوش خط ایک ہی طرف لکھے ہوئے ہوں اور کسی حالت میں چار ہزار الفاظ سے زیادہ کی عبارت نہ ہو۔

ایک اور انعام ضلع بلیا کے اس شاعر کو دیا جائے گا جو نوجوانوں سے خطاب کرتے ہوئے اپنی نظم میں دینی تعلیم اور اردو زبان کی ضرورت پر اظہار خیال کرے گا۔ نظم ۲۵ شعروں سے زیادہ کی نہ ہونی چاہئے۔

امید ہے کہ ہمارے ضلع کے شعرا ادبا اور انشا پرداز وقت کے ان اہم موضوعات پر ضرور قلم اٹھائیں گے۔

امروہہ شاخ امروہہ کا ماہانہ علمی، ادبی اجتماع سید سجاد الحسنین صاحب ایم۔ اے سابق چیرمین میونسپل بورڈ کے مکان پر منعقد ہوا جس میں ملک کے مشہور صحافی جناب خوا انصاری نے بھی خاص دعوت پر شرکت فرمائی۔ انجمن کے گزشتہ ادبی اجتماع کی کارروائی مصدق ہونے پر نثار احمد صاحب نے سفرنامہ ابن بطوطہ کا آخری باب "..." کے عنوان سے ایک نیم تاریخی مضمون میں ابن بطوطہ کی زبان سے موجودہ مادی دور کے اخلاقی زوال پر دلچسپ انداز میں تنقید فرمائی۔ امروہہ کے مشہور اخبار نویس جناب تاباں نقوی نے لطیف طنز و مزاح کا ایک مرقع پیش کیا جس کا عنوان تھا "زمرۂ قم بناشد"۔ اس مضمون میں جو بیحد پسند کیا گیا زمرہ کے اراکین کے قلمی چہرے پیش کئے گئے تھے۔

حصہ نظم میں حکیم کلب علی صاحب شاہد نے اپنے چند تازہ قطعات اور ایک کامیاب نظم "جبین سطوت شاہی کو سنگ در کر دو" سے تواضع فرمائی اور نوجوان شاعر جناب جون اصغر عصری نے ایک اثر آفریں نظم "دو آوازیں" پڑھی، دونوں نظموں نے سامعین سے خراج تحسین وصول کیا۔

آخر میں جناب خوا انصاری نے میر تقی میر پر مقالہ پورا نہ کر سکنے پر معذرت کرتے ہوئے جدید اردو ادب کی شعور مستقبل سے محرومی کا شکوہ فرمایا۔

حکیم کلب علی صاحب شاہد اور جناب تاباں نقوی نے جدید اردو ادب میں شعور مستقبل کی اشکال دیں اور غزل تک میں تازہ تبدیلیوں کا حوالہ دیا۔ خوا صاحب نے جواب دیا۔ اور پھر بحث میں حصہ لینے والے حضرات نے جواب الجواب۔ اس طرح شاخ کا یہ کامیاب، یادگار اجتماع کافی رات گئے خوا صاحب انصاری جملہ سامعین اور میزبان محفل کے شکریہ اور مجوزہ ریتیع لائبریری امروہہ کے قیام کے سلسلے میں عوامی امداد کی اپیل پر ختم ہوا۔

نئی کتابیں

اردو عربی ڈکشنری

اس کے مرتب ابو الفضل مولانا عبد الحفیظ صاحب بلیاوی ہیں جن کا شمار دار العلوم ندوۃ العلماء کے لائق ترین استادوں میں کیا جاتا ہے۔

اس ڈکشنری سے پہلے مولانا کی پہلی کوشش مصباح اللغات عربی اردو ڈکشنری کافی مقبول ہو چکی ہے اور قدر کی نگاہوں سے دیکھی جاتی ہے۔

اردو عربی ڈکشنری، مولانا کی دوسری پیشکش ہے جس کی ترتیب میں مولانا نے بڑی تلاش اور محنت کی ہے جس کے لئے وہ نہ صرف اردو خواں جماعت کی طرف سے بلکہ عربی کے طلبا، عربی کے مصنفین اور ترجمے کے کام کرنے والوں کی طرف سے بھی شکریے اور ستائش کے مستحق ہیں۔

ڈکشنری میں کچھ الفاظ عامی بول چال اور خالص سنسکرت کے بھی آگئے ہیں جن کا استعمال اردو میں نہیں ہوتا۔ پھر بھی اپنی افادیت کے اعتبار سے یہ ڈکشنری خاصے کی چیز ہے۔

(قیمت مجلد مع گرد پوش چھ روپے)

ملنے کا پتہ:۔ صغیر احمد۔ دار العلوم ندوہ۔ بادشاہ باغ۔ لکھنؤ۔

رسید۔ "داعی امن" "مشعل" "ابو علی ابن سینا" "مسلم ایجوکیشنل ایسوسی ایشن۔ مدراس گولڈن جوبلی یادگار"۔

انجمن کی نئی مطبوعات

باپو کے قدموں میں

صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر راجندر پرشاد نے گاندھی جی کے ساتھ اپنی ابتدائی سیاسی زندگی کا حال بہت دلچسپ پیرائے میں لکھ کر شائع کیا تھا لیکن وہ کتاب دیوناگری رسم الخط میں تھی اس لئے محترم صدر کی اجازت سے انجمن نے اس کو اردو رسم الخط میں منتقل کیا ہے۔

طباعت بہترین ٹائپ کی ہے اور بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ انجمن نے اس سے زیادہ دیدہ زیب اور خوبصورت کتاب ابھی تک کوئی اور شائع نہیں کی فاضل سوانح نگار کے اعلیٰ مرتبے کا لحاظ کر کے انجمن نے اس کتاب کو بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے۔ ڈاکٹر راجندر پرشاد کے قلم سے گاندھی جی کی تعلیمات کا یہ مطالعہ بہت ہی دلچسپ ہے اور اس قابل ہے کہ ملک کے ہر کتب خانے میں جگہ پائے اس کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ اور ہر حصے کی قیمت پانچ روپے ہے اور مکمل سٹ کی

(قیمت پندرہ روپے)

حیاتِ اجمل

اس کے مصنف قاضی محمد عبدالغفار صاحب ہیں اس سوانح حیات کا بہت دنوں سے انتظار تھا۔ اس میں مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب کی صرف سوانح عمری ہی نہیں ہے، بلکہ اس دور کی پوری سیاسی تحریکات کا خاکہ پیش کیا گیا ہے جس میں حکیم صاحب مرحوم کے عظمت و کردار کا پتہ چلتا ہے۔

اس کتاب کی بڑی خوبی مصنف کے انداز بیان کی دلکشی بھی ہے جس کے متعلق بمبئی کے انگریزی اخبار بھارت جیوتی نے لکھا ہے :۔

" قاضی محمد عبدالغفار نے جو اردو کے بہت بڑے عالم اور انشا پرداز ہیں۔ ایک عظیم الشان شخصیت کی سوانح حیات لکھ کر بڑی خدمت انجام دی ہے۔ یہ کتاب اس زمانے کی سیاسی انقلابات کی ایک مستند تاریخ ہے اور پر لطف اردو میں لکھی گئی ہے۔

(قیمت مجلد آٹھ روپے)

سیاسیات کے اصول ——— (حصہ اول، دوم، سوم)

——— پروفیسر ہارون خاں شروانی

جیسا کہ اس کتاب کے نام سے ظاہر ہے، سیاسیات کے اصولوں پر اردو زبان میں ایک مستند تالیف ہے جو اس موضوع کے ایک ممتاز ماہر کے قلم سے مرتب کی گئی ہے۔ کتاب کے تین حصے ہیں۔ پہلے حصے میں راج یا مملکت کے متعلق نظریات اور دوسرے میں حکومت کے اجزائے ترکیبی پر بحث کی گئی ہے اور دنیا کے مختلف دستوروں پر خصوصاً اپنے ملک کے نئے جمہوری دستور سے مثالیں دے کر حکومت کے مختلف حصوں کو واضح کیا گیا ہے۔ تیسرے حصے میں بین الملکت کے اصول کی تاریخ اور اس کے موزوں روپ پر نظر ڈالی گئی ہے کتاب کے آخر میں سات سو کے قریب سیاسی اور دوسری اصطلاحوں کی دو فرہنگیں بطور ضمیمہ کے منسلک ہیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ کتاب ایک بڑی کمی کو پورا کرتی ہے۔ اور یقیناً عام پڑھنے والوں اور طلبا دونوں کے لئے بہت مفید ہے۔ قیمت حصہ اول -/۴ روپے حصہ دوم -/۳ روپے حصہ سوم ۸/۱ روپے

رسیلے بول

(مرتبہ ڈاکٹر مسعود حسین)

عظمت اللہ خاں کی شاعری اس نئی پود کے نام تھی جس کے ہونٹوں پر ابھی تک ماں کا دودھ خشک نہیں ہوا ہے جنھوں نے شاعری سے انھوں نے گیت کی ریت لیکر ایک نئی ڈگر قائم کی۔ انجمن ان کے گیتوں کا یہ انتخاب پہلی بار ہندی رسم الخط میں پیش کرتی ہے۔

(قیمت ۸/۱ روپے)

دھمپد

مہاتما بدھ کے تعلیمات کا منظوم اردو ترجمہ ہے جو بدھ مت کی تعلیم کا بنیاد ہے۔ ترجمہ شیو پرشاد منور لکھنوی نے کیا ہے جو ترجمے کے گُر سے واقف ہیں اور جن کے ترجمے وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

(قیمت مجلد تین روپے)

(پرنٹر پبلشر قاضی عبدالغفار نے نیشنل پرنٹرس کمپنی میں چھپوا کر مرکزی انجمن سے شائع کیا)